# (تصوف، مذہب اور دین اسلام (پہلی قسط

ندرت کار

خدا کیا ہے؟

سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ خدا کے متعلق مفکرین کے کیا نظریات ہیں؟

کانٹ (مفکر) کے نزدیک خدا وہ ہے جو انسانوں کو اخلاقی ضابطہ دیتا ہے، "ہعقوبی" کے نزدیک خدا سب سے بلند ہستی ہے، سر جیمس کے نزدیک۔ خدا سب سے بڑا ریاضی دان ہے اور پروفیسر انڈنگٹن کہتا ہے کہ۔ خدا اور کائنات، ایک ہی شے ہیں۔

آپ نے دیکھا کہ انکے تصورات کس قدر غیر مبہم ہیں؟

جب ہم خدا کی بات کرتے ہیں تو یہ بات اس خدا کے متعلق نہیں ہوتی جسے قران نے

"لیس کمثلہ شیء"

کہا ہے، بلکہ اس تصور کی بات ہوتی ہے جو خدا کے متعلق ہم اپنے ذہن میں (مادی تصور) رکھتے ہیں، جس میں یہ لوگ، "فی طغیانھم یعمھون" کا زندہ پیکر دکھائی دیتے ہیں۔

وحدت الوجود

کے پرانے Pantheism یہ تصور کہ خدا اور کائنات ایک ہی ہیں، دراصل یہ وہی تصور ہے جس پر وحدت الوجود نظریہ کا مدار ہے۔

اس نظریہ کی رو سے یہ سمجھ لیا گیا کہ مادہ کی نفی کر کے، مادہ کو خدا بنادیا جائے، یعنی

بات وہی ہے خدا مادہ ہے اور مادہ خدا۔۔۔ خدا اور کائنات ایک ہی ہیں، یہیں سے وحدت الوجود کا یہ قدیم نظریہ، آج کی جدید اصطلاحات میں جلوہ افروز ہوا۔

تو وہ، وحدت الوجود، میں تبدیل ہو جاتی ہے اس میں آپ خدا کے جب مادیت کو جذبات کی آمیزش دے دی جائے"

"گی کہ "کائنات اور خدا، ایک ہی ہے متعلق جسقدر زیادہ غور کرتے چلے جائیں گے، یہ حقیقت اُبھر کر سامنے آتی جائے

حقیقت یہ ہے کہ خدا کے متعلق یہ تصورات، اس بات کا ردِ عمل ہیں جو انکے مذہب نے ان کے سامنے پیش کیا تھا،،،،

تصور کر کے آسمانوں کے اوپر، الگ تھلگ بٹھار کھا تھا، Person جس کی رو سے خدا کو ایک شخص

کہتے ہیں، چونکہ تصوف کے نزدیک، یہ نظریہ قابلِ قبول نہ تھا اسلیئے انہوں نے اسکے خلاف Deism اس نظریہ کو

"وحدت الوجود" کا تصور اختیار کر لیا۔

کی نزاع بہت Immanence اور درونِ کائنات Transcendence خدا کے متعلق بیرونِ کائنات

پرانی ہے۔

افلاطون کا مکتبِ فکر "بیرونِ کائنات کا تصور" کا قائل تھا، اسلیئے یہی نظریہ ہندوؤں کے اپنشدوں میں، "ویدانت"

،(820 – 788) (تصوف) کے نام سے معروف ہوا جس کا سب سے بڑا، پرچارک، "شنکر آچاریہ" تھا

۔ وحدت الوجود کے نظریہ نے خدا و کائنات کو ایک کر دیا

مادیت (دہریت) نے جن مادہ ہی کو اصل قرار دیا، اسکے بعد، تصوف نے مادیت کے خلاف پھر سے خدا اور کائنات، بنا

دیا۔

انسانیت ہی خدا ہے۔

،اگستے کامٹ، نے کہا، انسانیت ہی خدا ہے Auguste Comte )1798 – 1857(

کہتے ہیں۔، Humanism اس نظریہ کو

اس نظریہ کے مطابق، یہ ایک ایسے مذہب کا نام ہے جو، ان حقائق سے ہم آہنگی سکھاتا ہے جو۔۔ اس وقت تک معلوم ہو چکے ہیں، فطرت کو یہ غیر شخص اور معصوم سمجھتے ہیں اور انسانوں کو یہ کہہ کر باہمی تعاون کی تلقین کرتے ہیں کہ ،انسانوں کو اپنے آپ پر اور دوسرے انسانوں پر ہی بھروسہ کرنا چاہیئے،

کچھ مفکرین نے اس دلیل سے انکار کر دیا اور کہا، کہ خدا صرف انسان کے دل میں ہوتا ہے، اسکے باہر اسکا کوئی وجود نہیں، لہٰذا، خدا، انسان کے تراشیدہ ذہن کا تراشیدہ ہے، یعنی وحدت الوجود کے نظریہ نے وجودِ خداوندی کے اثبات کی کوشش میں انسانی ذات (میں، انا، ایگو) سے انکار کر دیا

ایک اور پرنسپل، "کیرڈان" ،،،،، تمام متضاد سے گھبرا کر کہتا ہے کہ،

حقیقت یہ ہے کہ خدااور انسان، محدود واور لا محسود، ایک ہی "کل" کے جزو ہیں، جس، کل، میں بیک وقت، سب موجود ہوتے ہیں، الگ الگ بھی اور اکٹھے بھی۔

کہتے ہیں اور مفکرین کا وہ طبقہ، جو خدا کا قائل ہے اور کائنات کی ارتقائی قوتوں کا بھی۔۔۔اس Theism اس تصور کو نظریہ کو خدا کا صحیح تصور قرار دیتا ہے، اور وحدت الوجود کو یہ کہہ کر انکار کرتا ہے کہ، خدا اپنا، مستقل وجود رکھتا ہے، اور کائنات، خدا نہیں۔

کا انکار کرتے ہیں کہ خدا، کائنات سے، بے تعلق ہو کر، کہیں الگ نہیں Deism لیکن دوسری جانب وہ یہ کہہ کر بیٹھا، کائنات اسی کی توانائی سے چل رہی ہے۔

تصوف کو ڈسکس سے پہلے مفکرین کے نظریات کو ڈسکس کرنے کی ضرورت اسلیئے پڑی کہ، ان کہ ان کے مطابق، کائنات اور انسانی زندگی کے تضادات کا حل، صرف مذہب میں ہے اور تصوف اسکیلیئے مشعلِ راہ ہے۔ لہٰذ، ایہ دیکھنا ضروری تھا کہ ان مفکرین کے نزدیک، مذہب سے کیا مفہوم ہے اور اور متصوفین، مذہب کو کس رنگ میں پیش کرتے ہیں اور انکے عقائد، کس طرح ان تضادات کا حل اور انسانی مشکلات کا کیا علاج، تجویز کرتے ہیں؟

یہ مصنف کی ذاتی رائے ہے۔

(تصوف، مذہب اور دین اسلام (دوسری قسط

ندرت کار

حقیقت یہ ہے کہ تصوف پرستوں نے ذہنی کشمکش اور تضادات کا حل "تارک الدنیا" ہونا قرار دیا ہے، انکے مطابق، مادی نظریہ زندگی نے چاروں طرف ایسے مصائب اور مشکلات کے دروازے کھول دیئے ہیں کہ انسان انکے اندر بُری طرح گھر کر رہ گیا ہے، اور ان سے نکلنے کوئی چونکہ کوئی راہ نہیں ہے، اس لیئے جب انہوں ننے اپنے آپکو تاریکی میں محیط دیکھا تو انہوں نے سمجھ لیا کہ اس جہنم سے نکلنے کیلیئے مادی تصور حیات کچھ مدد نہیں دے سکتا، لہٰذا وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ مادی تصورِ حیات کے پیدا کردہ مصائب سے نجات کا راستہ، مادہ سے گریز و فرار کے سوا کچھ نہیں۔

اس گریزوفرار کانام،انکی اصطلاح میں "مذہب'' تھا،اسلیئے کہ مذہب کاسب سے پہلے تصور عیسائیت سے لیا گیا تھا،اور عیسایت، مجموعی طورپر،مادی کشمکش سے فرار کانام ہے۔

یاباطنیت ہے، جسے رھبانیت،یوگ،ویدانت یاتصوف کہتے ہیں۔ Mysticism اسی کادوسرانام،

گی کہ، جن مفکرین نےمادی مشکلات کاحل مذہب قرار دیا اگرآپ بغور دیکھیں گے تویہ حقیقت نکھر کر سامنے آئے اورمادی تضادات اورکشمکشِ زندگی کاحل۔ ہےان میں سے اکثر،اپنی عمر کے آخری حصہ میں باطنیت(تصوف)کے دلدادہ ہوگ ۓ، ۔۔تصوف، کی منفیانہ زندگی کے پُرفریب سکون،اور مرگ آمیز سکوت میں،جاتلاش کیا۔

رھبانیت

۔''زراتاریخ کی اس گردشِ دولابی پر غور کیجئے

افلاطون کی اشراقیت نے عیسائی رھبانیت پیداکی،اس رہبانیت نے،زندگی کی قوت اور حسن کے تمام ترسرچشموں کو یخ بستہ کر کے رکھ دیا۔اسکے ردِعمل کے طورپر مغرب میں،میکانیکی نظریہ حیات کی صورت میں نمودار ہوا۔

اس نظریہ نے زندگی کہ تمام سرچشموں کوخشک کر کے رکھ دیا۔

اسکے بعداس نظریہ کے خلاف،ردِعمل شروع ہواتوانسان،پھراسی رہبانیت میں پناہ لینے کی کوشش کررہاہے،جہاں سے تنگ آکراس نے میکانکی نظریہ اختیار کیاتھا۔

یعنی انسانی ساری فکری تاریخ،اسی افراط وتفریط کے جھولے کی آماجگاہ رہی ہے،اعتدال کی روش،آج تک اسکے سامنے نہیں آسکی۔

کیایہ صحیح علاج ہے؟

باطنیت(تصوف)کامدار،اس دعوے پرہے کہ خدا،خودانسانی نفس کے اندر موجودہے،جب نفسِ انسانی(انسان کی میں )اس حقیقت کو محسوس کرلے تووہی خداکاعلم ہے۔یعنی انکے مطابق اس کے سواخداکے متعلق اور کوئی ذریعہء علم نہیں۔

انکے اس تجربہ کی روسے انسان،خوداپنی زات(یعنی میں)کااحساس کرتاہےاور سمجھ لیتاہے کہ

میں نے خداکومحسوس کرلیاہے۔

صرف اسلیئے کہ انسان کے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں، جس میں وہ یہ معلوم کر سکے کہ جو کچھ اس نے محسوس کیا ہے وہ خدا ہی ہے۔

(لیجئے انہوں نے قران الحکیم، کے ساتھ ساتھ، جو کہ "نور علیٰ نور" ہے اسکو بھی رد کر کے رکھ دیا)

لٰہذا جب ایسی صورتِ حال یا اس قسم کی روش ہو تو یقینی طور پر کہا ہی نہیں جا سکتا کہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ انسان نے کیا محسوس کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ مذہب کے معاملے میں کشف وجدان یا الہام کو کسی طرح بھی معیارِ صداقت، قرار نہیں دیا جا سکتا، اسلیئے کہ،

صاحبِ کشف، اپنے تجربہ کی صداقت پر کیسا ہی یقین کیوں نہ رکھے، اس سے یہ لازم نہیں آجاتا کہ اس کے تجربہ کا سو فیصد نتیجہ، فی الواقعہ، صداقت ہے۔۔۔۔۔ میں، اپنے فکر، جذبہ یا تصور کو، جس کی صداقت کیلیئے میرے پاس کوئی دلیل نہیں، کبھی بھی صداقتِ مطلق کا معیار قرار نہیں دے سکتا۔۔۔۔۔۔ وجدانِ علم، ایک انفرادی تجربہ ہے، جو اپنی دلیل، خود آپ ہوتا ہے، لٰہذا یہ کسی دوسرے شخص کیلیئے، دلیل و حجت کیسے بن سکتا ہے؟

وہ اس بات کا اعتراف باطنیت (تصوف) کا تجربہ، ایک منفی خصوصیت کا حامل ہوتا ہے، جسے یہ تجربہ حاصل ہو جائے کر لیتا ہے کہ ۔۔۔۔ میں بیان ہی نہیں کر سکتا کہ میں نے کیا، محسوس کیا ہے؟

وہ ہر پوچھنے والے سے بس، یہی کہتا ہے کہ

ذوق این بادہ ندانی نخدا تا نچشی

! مطلب

میں نے جو مزہ محسوس کیا ہے اسے الفاظ کی صورت میں بیان کر ہی نہیں سکتا۔۔۔

سو، جس کیفیت کو بیان نہیں کیا جا سکتا، تو دوسرے فرد تک، اسے منتقل بھی نہیں کیا جا سکتا۔

لٰہذا باطنی تجربہ اگر کوئی صداقت رکھتا ہے تو یہ صداقت، صرف صاحبِ تجربہ کے کام آسکتی ہے۔۔۔۔۔ کسی اور کیلیئے اسے صداقت، قرار دیا ہی نہیں دیا جا سکتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسلیئے، دوسرے لوگوں پر اسکی کوئی پابندی نہیں کہ وہ، اس

صداقت کو تسلیم کرلیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ خالص جذباتی احساسات کا نام ہے اور جذبات۔۔۔۔۔۔۔یکسر، ذاتی اور گونگے ہوتے ہیں۔

جو کچھ ایک شخص محسوس کرتا ہے، وہ اسکا احساس، کسی دوسرے میں پیدا کر ہی نہی سکتا، تاوقتیکہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ، دوسرا شخص خود ہی محسوس نہ کرے۔

(جاری ہے)